قانون مضاربت کا تجزیہ امام احمد رضا کی تحقیقات کی روشنی میں

Analysis of Mudarabah law and investigation in the light of Researches Imam Ahmad Raza

Hafiz Muhammad Khizar Hayat
PhD Scholar Islamic Learning
University of Karachi
Eamil: mkhizarhayat1235@gmail.com

Hafiz Muhammad Kashif
PhD Scholar Department of Usooludin University of Karachi
E.mail: 786kashif2015@gmail.com

Muhammad Sohail
PhD Scholar Department of Usooludin University of Karachi
E.mail: sohailsafdar6388@gmail.com

Abstract

This Article covers one aspect of Islamic trade system, where one group provides capital. while the other group works hard. Imam Ahmad Raza Khan has made crystal-clear the limitation of Mudarabah. Due to modern day banking and Insurance Companies working interests element includes. Islam provides its substitutional method in which the profit is not fixed. Proletarian can spend money in a changeless manner with set precondition. He becomes lawyer of private-enterprise in first period and in second guarantor and in third partner. Thus it also demands honesty. If honesty persists then capitalist will face loss and proletariat efforts will ruin. In case of dishonesty proletariat will have to face loss. Islam provides a pure system which is unadulterated or free from interest. A process in which capitalist and proletariat both have advantage.

Keywords: Capital, Insurance, Interest, private- enterprise, unadulterated, proletariat

مضاربت اس عقد کو کہتے ہیں جس میں ایک فریق کا مال ہوتا ہے اور دوسرا فریق اپنی محنت اور قابلیت سے کاروبار میں شریک ہوتا ہے۔ جو فریق اپنے مال کے ساتھ کاروبار میں شریک ہو اسے رب المال کہتے ہیں اور جس کی محنت شامل ہو اسے مضارب کہا جاتا ہے۔ ایسے کاروبار میں نفع ہونے کی صورت میں دونوں فریق طے شدہ تناسب سے شریک ہوتے ہیں اور نقصان صرف سرمایہ دار یعنی رب المال کا ہوتا ہے۔

نقصان کی صورت میں مضارب اپنی محنت کا کوئی صلہ رب المال سے نہیں پاتا۔ مضاربت کے لئے یہ ضروری نہیں کہ سرمایہ صرف ایک فرد کا ہو بلکہ افراد کا ایک گروہ بھی کسی ایک مضارب کو اپنا مال مضاربت کی بنیاد پر دے سکتا ہے۔ اسی طرح رب المال بھی کئی مضاربوں کا اپنا مال مضاربت پر دے سکتا ہے۔ مضارب اپنا سرمایہ بھی کاروبار میں لگا سکتا ہے اور اس صورت میں نفع و نقصان کا حساب تناسب سے طے کیا جاتا ہے۔ مضاربت کے معاہدے کے لئے لازم ہے

کہ مضارب کو مال کے تصرف پر مکمل اختیار ہو اور یہ اختیار یا تو مال کو اس کے حوالے کرنے سے دیا جائے یا اس کو مال استعمال کرنے کی صریح اجازت دی جائے۔ رب المال اور مضارب کے درمیان نفع کی تقسیم کسی بھی نسبت سے ہو سکتی ہے لیکن کسی بھی فریق کا حصہ حتمی رقم کی صورت میں مقرر نہیں کیا جاسکتا۔ مضارب رب المال کے سرمائے کو امانت تصور کرتا ہے اور کوئی بھی ایسا تصرف نہیں کر سکتا جو کوروباری طریقوں سے ہٹ کر ہو۔ اگر مضارب بد نیتی یا بد دیانتی کرے تو اس سے ہونے والے نقصان کا وہی ذمہ دار ہو گا۔

مضاربت کا معنی و مفہوم:

مضاربت کا مادہ "ض-ر-ب" بمعنی سفر کرنا ہے جس کے معنی زمین کے طول و عرض میں سفر کرنا ہے۔[1]

علامہ جرجانی "التعریفات" میں مضاربت کی تعریف یوں کرتے ہیں، "مضاربة مفاعلة من الضرب وهو السير في الارض وفي الشرع عقد شركة الربح بمال من رجل وعمل من آخر"۔[2]

مضاربۃ ضرب مصدر سے باب مفاعلۃ ہے جس کا مطلب ہے 'زمین میں چلنا پھرنا'- شرعی لحاظ سے مضاربت منافع میں شرکت کا معاہدہ ہے جس میں سرمایہ ایک آدمی کا جبکہ محنت اور کام دوسرے آدمی کا ہوتا ہے۔ مضاربت کو "مقارضہ" بھی کہتے ہیں۔ مقارضہ قرض سے ماخوذ ہے جو قطع کرنے یا کاٹنے کو کہتے ہیں۔ اس کو مقارضہ کہنے کی وجہ یہ ہے کہ رب المال راس المال سے اپنا ہاتھ قطع کر لیتا ہے اور مضارب کو سونپ دیتا ہے۔[3]

علامہ عبد الرحمان الجزیری کے الفاظ میں، "مضاربت فقہاء کے نزدیک دو فریقوں کے درمیان اس امر پر مشتمل معاہدہ ہے کہ ایک فریق دوسرے کو اپنا مال پر اختیار دے گا کہ وہ نفع میں ایک مقررہ حصہ مثلاً نصف یا ایک تہائی وغیرہ کے عوض مخصوص شرائط کے ساتھ مال کو تجارت یا کاروبار میں لگائے۔"[4]

امام احمد رضاؒ مضاربت کی تعریف یوں کرتے ہیں، "روپیہ تجارت کے لئے دیا جائے اور اسی طرح پر وہ کہے کہ جو نفع ہو اس میں سے نصف نصف تقسیم کر لیں گے، تو یہ طریقہ مضاربت کا ہے۔"[5]

عقد مضاربت میں سرمائے کا نقد ہونا ضروری ہے مضاربت اسی طرح درست ہوتی ہے۔ احناف کے علاوہ بعض فقہاء کرام کے نزدیک غیر نقدی اشیاء مثلاً سامان وغیرہ کو بھی سرمایہ بنایا جاسکتا ہے۔ تاہم اکثر فقہاء کے نزدیک غیر نقدی اشیاء سامان کو مضاربت کا سرمایہ نہیں بنایا جاسکتا۔[6]

مضاربت کی مشروعیت قرآن، سنت، قیاس اور اجماع سے ثابت ہے۔

قرآن کریم میں جواز مضاربت:

ارشاد باری تعالیٰ ہے، "وَ اٰخَرُوْنَ يَضْرِبُوْنَ فِي الْاَرْضِ يَبْتَغُوْنَ مِنْ فَضْلِ اللّٰهِ"۔[7]

لوگ ایسے بھی ہیں جو زمین میں چل پھر کر خدا تعالیٰ کا رزق تلاش کرتے ہیں۔اس آیت سے فقہاء نے مضاربت کے جواز پر استدلال کیا ہے۔"روح المعانی"میں ہے،"یضربون فی الارض"سے مراد زمین میں تجارت کے لئے سفر کرنا ہے اور مسافرین فی الارض للتجارۃ کو مجاہدین کے ساتھ ذکر کرنے کا مقصد ہے کہ مجاہدین کے ثواب کی طرح تجارت کے اجر کی بھی وضاحت ہو۔"[8]

علامہ کاسانی"بدائع الصنائع"میں لکھتے ہیں کہ مضارب زمین میں اللہ عزوجل کے فضل کی تلاش میں چلتا ہے۔[9]

ارشاد ربانی ہے،"فَاِذَا قُضِیَتِ الصَّلٰوةُ فَانْتَشِرُوْا فِی الْاَرْضِ وَ ابْتَغُوْا مِنْ فَضْلِ اللّٰهِ۔"[10]

پھر جب نماز پوری ہو چکے تو زمین پر چلو پھرو اور خدا کا فضل تلاش کرو۔نیز فرماتا ہے،"لَیْسَ عَلَیْکُمْ جُنَاحٌ اَنْ تَبْتَغُوْا فَضْلًا مِّنْ رَّبِّکُمْ۔"[11]

تم کو اس میں بھی ذرا گناہ نہیں کہ معاش کی تلاش کرو۔ان آیات سے بھی علامہ کاسانی نے مضاربت کے جواز پر استدلال کیا ہے۔

سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور مضاربت:

جواز مضاربت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے۔حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے بعد لوگوں کے ہاں مضاربت جاری رہی۔قبل ازیں یہ معاملہ "قراض"کے نام سے موسوم تھا۔قریش کا پیشہ تجارت تھا۔وہ اپنا مال مضاربت پر ان لوگوں کو دیا کرتے تھے جو منافع میں ایک مقررہ حصہ پر تجارت کیا کرتے تھے۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو اسلام میں جاری رکھا اور مسلمانوں نے اس پر عمل کیا۔

ام المومنین حضرت خدیجہ مالدار خاتون تھیں اور ان کا مال تجارت کے لئے ملک شام بھیجا تھا وہ اپنا مال مضاربت پر دیا کرتی تھیں۔جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت خدیجہ کا مال تجارت کی غرض سے لے کر گئے اس وقت حضرت خدیجہ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا میں مال میں سے کئی گنا زیادہ دوں گی جتنا اس سے پہلے لوگوں کو دیتی ہوں تو نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم بصرہ کے بازار کی طرف مال لے کر گئے اور وہ سامان وہاں بیچا اور اس کے بدلے وہاں سے دوسرا مال خریدا اور اس تجارت میں اتنی برکت ہوئی کہ پہلے کی نسبت بہت زیادہ نفع ہو اور نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی وجہ سے اتنا نفع ہو جتنا کہ وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں سنتی تھیں یعنی نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم حضرت خدیجہ کا مال بطور مضاربت ملک شام لیکر گئے تھے۔[12]

'مضاربت'نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے عمل سے ثابت ہے اور نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم خود لوگوں کو مضاربت پر آمادہ فرمایا کرتے تھے۔نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے عروہ البارقی کو ایک دینار دیا کہ ایک بکری خرید کر

لاؤ۔ عروۃ البارقی نے ایک دینار پر دو بکریاں خرید کیں۔ ایک کو ایک دینار پر فروخت کیا اور دوسری کو مع ایک دینار کے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر کیا تو نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم نے عروۃ البارقی کو اس خرید و فروخت پر برکت کی دعا فرمائی۔[13]

حضرت حکیم بن حزام کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دینار دے کر بھیجا تا کہ اس سے ایک قربانی خرید لائیں۔ پس انہوں نے ایک دینار پر قربانی خریدی پھر اس قربانی کو دو دینار پر بیچ کر نفع حاصل کیا۔ پھر ایک دینار کے بدلے قربانی خریدی اور ایک قربانی اور ایک دینار لے کر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دینار کو صدقہ کر دیا اور حکیم بن حزام کے لئے دعا فرمائی کہ اللہ تعالیٰ اس کی تجارت میں اس کے لئے برکت عطا فرمائے۔[14]

آثار صحابہ، اجماع اور مضاربت:

مضاربت کی شرعی حیثیت آثار صحابہ اور اجماع امت سے بھی ثابت ہے۔ حضرت عمر کا عمل تھا کہ وہ یتیم کا مال مضاربت پر دیا کرتے تھے۔ علا بن یعقوب اپنے والد سے بیان کرتے ہیں۔ انہوں نے فرمایا کہ میں حجرت عثمان بن عفان کے آیا اور ان سے کہا کہ کچھ سامان آیا ہے کیا آپ کچھ مال دیں گے کہ میں اسے سامان خرید لوں۔ حضرت عثمان نے پوچھا کہ واقعی تم ایسا کرنا چاہتے ہو تو انہوں نے جواب دیا ہاں لیکن یہ بات ہے کہ میں ایک گلام اور چاہتا ہوں کہ میں کچھ سامان تجارت خرید لوں تو جو نفع ہو گا وہ میرے اور تمہارے درمیان تقسیم ہو جائے گا۔ حضرت عثمان نے فرمایا ٹھیک ہے تو انہوں نے سامان تجارت خریدنے کے لئے کچھ مال دیا۔[15]

حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ کا یہ عمل تھا کہ وہ اپنا مال زید بن خلیدۃ کو مضاربت پر دیا کرتے تھے۔ حضرت جابر کا عمل تھا کہ وہ مضاربت میں کوئی حرج نہیں سمجھتے تھے۔ حضرت عمر کے دونوں صاحبزادے عبد اللہ اور عبید اللہ ایک لشکر میں عراق کی جانب گئے۔ واپسی میں حجرت ابو موسی اشعری کے پاس گئے تو انہوں نے ان دونوں کہ مہمان نوازی کے بعد کچھ مال ان کے حوالے کیا اور فرمایا کہ عراق جا کر اس مال سے کچھ سامان اور چیزیں خرید لینا اور اس کے بعد مدینہ جا کر فروخت کر دینا اور اصل مال امیر المومنین کے حوالے کر دینا منافع تم رکھ لینا۔ چنانچہ جب وہ مدینہ پہنچے تو انہوں نے سامان فروخت کرنے کے بعد منافع اپنے پاس رکھ لیا اور راس المال حضرت عمر کے حوالے کرنا چاہا۔ حضرت عمر کو اس تمام معاملے کی خبر ہوئی تو انہوں نے ان دونوں سے دریافت کیا کہ تمام لشکر کو تمہاری طرح مال دیا گیا تھا تو انہوں نے جواب دیا نہیں۔ امیر المومنین حضرت عمر نے کہا تم امیر المومنین کے بیٹے تھے اس لئے تمہیں مال دیا گیا۔ آپ نے تمام مال اور اس کو منافع ادا کرنے کا حکم دیا تو حضرت عبد اللہ نے تو تعمیل کی لیکن عبید اللہ نے عرض کیا کہ امیر المومنین ایسا کرنا آپ کے لئے

مناسب نہیں ہے۔ اگر مال ہلاک ہو جاتا یا اس میں کوئی نقص پڑ جاتا تو ہم اس کے ضامن تھے۔ حضرت عمر دوبارہ اپنی بات دہرائی تو حضرت عبد اللہ خاموش رہے لیکن حضرت عبید اللہ اپنا موقف دہراتے رہے۔ حضرت عمر کے ایک شریک مجلس نے کہا کہ آپ اسے مضاربت اور قراض کی صورت کیوں نہیں دیتے تو آپ نے آمادگی ظاہر کی۔ جس کے نتیجہ میں حضرت عمر نے اصل سرمایہ کے علاوہ آدھا نفع وصول کرنے کے بعد بقیہ نفع حضرت عبد اللہ اور عبید اللہ کے حوالے کر دیا۔[16]

لہذا صحابہ کرام کے عمل سے یہ بھی پوری طرح واضح ہو گیا کہ مضاربت جائز ہے۔

اجماع سے بھی جواز مضاربت ثابت ہے۔ علامہ کاشانی تحریر کرتے ہیں؛ جہاں تک اجماع کا تعلق ہے تو صحابہ کرام کی ایک جماعت سے مروی ہے کہ انہوں نے یتیم کا مال مضاربت پر دیا۔ ان میں سے حضرت عثمان، حضرت علی، حضرت عبد اللہ بن مسعود اور حضرت عبد اللہ بن عمر اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنھم اور ان کے ہم عصروں میں سے کسی کا اعتراض منقول نہیں اور ایسی بات اجماع ہوتی ہے۔[17]

نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے دور سے اب تک تمام ادوار میں لوگوں کا مضاربت پر تعامل چلا آرہا ہے اور کسی نے انکار نہیں کیا۔ اسی طرح قیاس کی ایک نوع بھی اس کے جواز پر دلالت کرتی ہے کہ لوگوں کو مضاربت کی حاجت ہے کیونکہ کبھی انسان کے پاس مال ہوتا ہے لیکن تجارت کے طریقے سے ناواقف ہوتا ہے اور کوئی تجارت کے طریق سے واقف ہوتا ہے لیکن اس کے پاس مال نہیں، تو اس عقد کی مشروعیت میں دونوں کی حاجتیں پوری ہو جاتی ہیں۔ کتب فقہ میں مضاربت سے متعلق احکامات تفصیل کے ساتھ بیان کئے گئے ہیں۔ امام احمد رضا نے مضاربت کی شرائط، مضاربت کی اقسام، مضاربت کی مختلف صورتیں، مضارب کے اخراجات اور مضارب بطور ضامن کی مباحث کو تفصیل کے ساتھ فتاوی رضویہ میں بیان کیا ہے۔ ان میں سے چند اہم یہ ہیں۔

مضاربت کی شرائط کا بیان:

مضاربت میں رب المال یعنی مالک اپنا مال مضارب کے حوالے کرتا ہے کہ مضارب مال سے تجارت یا خرید و فروخت کرکے منافع حاصل کرے۔ تو وہ منافع مالک و مضارب میں حصوں کے اعتبار سے تقسیم ہونگیں۔ منافع کی تقسیم کی شرائط اس مضاربت کی شرط اولین ہے۔ اسکے بغیر مضاربت فساد کا سبب بنے گی۔ امام احمد رضا فرماتے ہیں کہ مضاربت میں مالک و مضارب کے حصوں کی تفصیل عام تناسب سے ہو۔ اور اگر کوئی رقم مقرر کرلی تو مضاربت فاسد ہو جائے گی۔

جیسا کہ " فتاوی ہندیہ "میں ہے،"عقد مضاربت میں فریقین کے درمیان نفع کی کوئی مقدار متعین ہوئی تو مضسربت فاسد ہو جائے گی۔"[18]

مضاربت میں مضارب کے ذمہ نقصان کی شرط مضاربت کو فاسد کر دیتی ہے۔ فریقین میں نفع کی تقسیم ایک تناسب سے ہوتی ہے لیکن اگر نقصان ہوا تو مضارب ذمہ دار نہ ہوگا۔ہاں نقصان رب المال کے ذمے ہوگا اور محنت مضارب کی ضائع ہوگی۔

امام احمد رضا اس کی تائید مختلف دلائل سے پیش کرتے ہیں:

مضاربت میں مضارب کے ذمہ نقصان کی شرط لگانا فاسد ہے۔ اگر مضارب بد دیانتی کرے یا کوتاہی برتے تو ایسی حالت میں مضارب ذمہ دار ہوگا وگرنہ مضارب نقصآن کا ذمہ دار نہیں۔ نقصان سب کا سب رب المال کا ہوگا اور مضارب محنت کا مستحق نہیں۔ نفع کی صورت میں مضارب برابر شریک ہوتا ہے۔[19]

مضاربت میں بعض شرائط ایسی بھی ہوتی ہیں جو اسے فاسد نہیں ہونے دیتیں۔ جیسے رب المال اور مضارب نے یہ شرط کرلی کہ نقصان دونوں پر ہوگا تو یہ شرط باطل اور مضاربت صحیح ہوگی۔ شرط فاسد میں قاعدہ ہے کہ: اگر شرط نفع میں جہالت کا سبب بنے تو وہ مضاربت کو فاسد کردیگی۔ شرط ایسی لگائی جائے جو جہالت کا سبب نہ بنے۔ وگرنہ شرط فاسد اور مضاربت صحیح ہوگی۔ رب المال اور مضارب دونوں پر نقصان کی شرط فاسد ہوتی ہے کیونکہ نقصان صرف رب المال کے ذمے ہوتا ہے اور اس سے نفع کی جہالت حاصل نہیں ہوتی۔ اس شرط کی وجہ سے عقد فاسد نہیں ہوگا۔ مضاربت کی شرائط میں عقد مضاربت کے وقت راس المال کی مقدار معلوم ہونا شرط ہے۔ اگر رب المال مضارب کو مجہول نفع دے جسکی مقدار معلوم نہ ہو تو مضاربت فاسد ہوگی۔ "فتاوی عالمگیری" میں ہے، "مضاربت کی شرائط میں سے یہ بھی ہے کہ عقد کے وقت راس المال کا معلوم ہونا ضروری ہے تاکہ بعد میں جھگڑا نہ ہو۔"[20]

عقد مضاربت کے وقت اگر رب المال یہ شرط مضارب پر لگادے کہ مجھے مضاربت میں اتنا نفع چاہیئے تمہیں نفع ہو یا نہ ہو، کم ہو یا زیادہ۔ اگر کم ہو تو اس کے ذمے دار بھی تم ہوگے۔ ایسی مضاربت فاسد ہوگی۔ امام احمد رضا فتاوی رضویہ میں لکھتے ہیں: "کہ نفع میں شرکت ختم ہوجانے کی صورت اور نقصان مضارب پر لازم کرنے کی صورت دونوں فاسد ہیں۔"[21]

عقد مضاربت کے وقت مضارب کے حصے کا تعین شرط ہے۔ عقد مضاربت کے وقت رب المال اور مضارب یہ طے کرلیں کہ مضارب کا نفع میں کتنا حصہ ہوگا۔ نفع کا مجہول ہونا مضاربت کو فاسد کردیگا۔ "فتاوی عالمگیری" کی عبارت بھی اسکی تائید کرتی ہے: کسی نے دوسرے کو ہزار درہم مضاربت پر دیئے کہ جیسے فلاں فلاں نے آپس میں نفع طے کیا ہے اس کے مطابق مضاربت ہے۔ رب المال اور مضارب دونوں کو انکی شرط معلوم تھی تو مضاربت جائز ہوگی۔ اگر ایک کو شرط معلوم تھی اور دوسرے کو نہیں تو یہ مضاربت فاسد ہوگی۔[22] در مختار میں ہے، کہ مضاربت میں نفع غیر معین

مقدار میں ہونا شرط ہے۔ اگر کوئی معین مقدار طے ہوئی تو مضاربت فاسد ہو گی اور عقد کے وقت دونوں کا حصہ معلوم ہونا شرط ہے۔ عقد مضاربت میں رب المال اور مضارب کا حصہ معلوم ہونا شرط ہے۔[23]

امام احمد رضا کی فکر:

آپ فرماتے ہیں کہ عقد مضاربت میں رب المال اور مضارب کے درمیان یہ طے پا جائے کہ وہ کتنا حصہ لے گا۔ رب المال مضارب سے یہ کہے کہ عمر اور بکر کے درمیان جتنے نفع پر مضاربت ہوئی اتنے نفع پر تجھ سے مضاربت کی تو یہ معین مقدار نہیں ہے اس لئے مضاربت فاسد ہو گی۔ اگر اسی مجلس میں طے کر لیں تو مضاربت جائز ہو گی وگرنہ ابہام کی صورت میں فاسد ہو گی۔

مضارب کی مختلف حیثیتیں:

مضارب رب المال سے مال لینے کے بعد مختلف حیثیتوں کا مالک ہوتا ہے۔ مال لینے کے بعد امین کے درجے میں ہوتا ہے۔ خرید و فروخت کے وقت وکیل کے درجے میں ہوتا ہے اور رب المال اس کا موکل ہوتا ہے۔ مضارب رب المال کی تمام ہدایات کا پابند ہوتا ہے۔ تجارت میں نفع کی صورت میں وہ رب المال کا شریک ہوتا ہے۔ اور طے شدہ نفع کا حقدار ٹھہرتا ہے۔

غفلت و کوتاہی اور حکم کی خلاف ورزی کی صورت میں نقصان کا ذمہ دار ہوتا ہے۔ اسکی تائید "در مختار" کی عبارت سے ہوتی ہے کہ مضارب ابتداء میں امانت کے درجے میں ہے۔ عمل کے بعد وکیل بن جاتا ہے۔ جب رب المال کے حکم سے اسکے مال میں تصرف کرتا ہے تو نفع پانے کی صورت میں وہ شریک بن جاتا ہے۔ اگر حکم کی خلاف ورزی کرے تو وہ غاصب بن جاتا ہے خواہ بعد میں رب المال اس کاروائی کی اجازت بھی دیدے۔ مضاربت فاسد ہونے کی صورت میں مضارب نفع کا مالک نہیں بلکہ اجرت کا حقدار ہوتا ہے۔[24]

مضاربت کی اقسام:

مضاربت کرتے وقت رب المال مضارب پر پابندی لگادے کہ فلاں شہر میں فلاں شخص کے ساتھ خرید و فروخت کرنا تو مضارب پر رب المال کی طرف سے لگائی گئی پابندی پر عمل کرنا ضروری ہو گا۔ اگر مضارب حکم کی خلاف ورزی کریگا تو نقصان اسی پر لازم ہو گا۔ یہ مقید مضاربت کہلائیگی۔

اگر رب المال کی طرف سے کوئی پابندی نہ ہو تو مضارب کو مکمل اختیار ہو گا جہاں چاہے جس سے چاہے خرید و فروخت کر سکتا ہے۔ اس کو مضاربت مطلقہ کہا جاتا ہے۔ "در مختار" کی عبارت سے بھی یہ وضاحت ملتی ہے کہ: مضاربت مطلقہ میں زمان و مکان، قسم یا شخص کی کوئی قید نہیں ہوتی اس لئے مضارب کو ہر قسم کی خرید و فروخت

چاہے وہ نقد ہو یا ادھار اور بیع و شراء میں وکیل بنانے کا اختیار ہوتا ہے۔ اور اس سلسلے میں ہر قسم کا سفر بھی کر سکتا ہے۔ اگر مالک نے علاقہ، سامان، وقت یا شخص کو معین کر دیا تو مضارب اس پابندی سے تجاوز نہیں کر سکتا۔ کیونکہ مال کے سامان تجارت بننے سے پہلے مضاربت پابندی کے قابل ہے اگرچہ یہ پابندی عقد کے بعد لگائی ہو۔ مگر جب سامان تجارت میں بدل جائے تو اس وقت پابندی موثر نہ ہوگی کیونکہ اس موقع پر مالک مضارب کو معزول کرنے کا اختیار نہیں رکھتا تو کسی تخصیص و پابندی کا بھی اختیار نہیں ہوگا۔ اگر مالک نے قیود و پابندی لگائی ہو تو مضارب مخالفت کرنے پر مال کا ضامن ہوگا۔[25]

مضارب کے اختیارات:

مضارب کو کون کون سے اختیارات میسر ہوتے ہیں: "در مختار" کی عبارت میں اسکی تصریح موجود ہے کہ مضارب مالک کی اجازت کے بغیر مضاربت میں شرکت اور اپنے مال کے ساتھ ملانے کا مالک نہ ہوگا۔ مالک کی اجزت یا اختیار دینے سے مالک بن جائے گا۔ لیکن رب المال مضارب کو کہے کہ اپنی رائے سے جو چاہو کرو۔ اس طرح کہہ دینے باوجود بھی مضارب قرض دینے کا مجاز نہیں جب تک مالک ان دونوں امور کی صراحت کر دے۔[26]

مطلق مضاربت میں بعض امور ایسے ہیں کہ جب رب المال ان امور کی اجازت نہیں دیتا اس وقت مضارب کو اپنی مرضی کا حق نہیں۔ رب المال مضارب کو اس وقت تک مقید کرنے کا حق رکھتا ہے جب تک وہ راس المال سے خرید و فروخت یا تجارت نہ کرے۔ اگر مال تجارت یا خرید و فروخت میں بدل جائے تو اس وقت رب المال مضارب کو مقید نہیں کر سکتا نہ کوئی پابندی اور نہ مضارب کو معزول کرنے کا اختیار رکھتا ہے۔

مضارب کے اخراجات:

مضارب جب تک راس المال کے ساتھ تجارت کرنے کیلئے سفر کریگا تو تمام اخراجات اسی مضاربت کے مال سے ہونگے۔ امام احمد رضا لکھتے ہیں: مضارب راس المال لے کر جب تک دوسرے شہر میں تجارت کی غرض سے سفر کریگا تو ایام سفر کا کھانا، پینا، پہننا، سواری، بچھونا، تکیہ، تیل، بتی، کپڑوں کی دھلائی، خط بنوائی، خدمت گزاری کی اجرت، سواری کا دانہ، سرائے کا کمرہ، چارپائی کا کرایہ اور انکے مثل ہر معمولی و دوامی حاجت حسب تجار بقدر معروف مضارب پر ہوگی۔ یہ خرچ مال پر ڈالا جائے گا۔ جو اس ادائیگی کے بعد بچا وہ نفع سمجھا جائے گا۔ اگر نفع نہ ہوا تو یہ خرچ اصل مال پر پڑے گا اور مضارب اس کا عوض نہ دے گا۔[27]

مضارب جب بغرض مضاربت دوسرے شہر سفر کرے گا تو اپنی بنیادی ضروریات کو مال مضاربت سے پوری کریگا۔ ضروریات سے زائد مضارب کو اجازت نہیں۔ مضارب اگر اپنے شہر میں ہو تو اپنا خرچہ خود کرے گا مال مضاربت

سے نہیں۔اس کی تائید"فتاویٰ عالمگیری"سے بھی ملتی ہے۔فرماتے ہیں:نفقہ عام حاجت کے مصارف ہیں، کھانے، پینے، لباس، بستر، زیر استعمال سواری جانور کی خوراک، کپڑوں کی دھلائی، حمام کی اجرت اسی طرح مضارب کسی دوسرے شہر میں بطور مسافر ہی گیا ہو اس کا یہ سفر مضاربت کی غرض سے نہ ہو بلکہ عقد مضاربت سے قبل ہو، اس شہر میں جب تک بطور مسافر ہو گا خرچے کا حقدار نہ ہو گا۔جب اس شہر میں مضاربت کی غرض سے آئے تو ایسی صورت میں وہ نفقے کا مستحق ہو گا کیونکہ اب اس کا سفر مضاربت کی غرض سے ہے۔[28]

مضارب بہ حیثیت ضامن:

مضاربت میں ایک اہم موضوع مضارب کے مال اور رب المال کے مال سے متعلق ہے۔رب المال جس مال کو مضارب کے سپرد کرتا ہے۔اس سے متعلق تمام امور مثلا مال کی مقدار، مضارب کے اخراجات کا تعین، منافع کی تقسیم سے متعلق وضاحت کرتا ہے۔جس کی تفصیل سابقہ صفحات میں گزر چکی۔یہاں جو بات اہم ہے وہ یہ ہے کہ مضارب راس المال میں اپنا ذاتی مال شامل کر دے یا مضاربت سے حاصل کیئے گئے منافع کو ملا دے تو دونوں سے تجارت کرے اس کو بیان کرنا ہے۔

فقہاء کرام نے اپنی اپنی تحقیقات میں اس بات کو بڑی تفصیل سے بیان کیا ہے، وہ درج ذیل ہیں:

(1)مضارب کو اموال کے ملانے کا اختیار۔

(2)مضارب کے اخراجات جب اس کا مال بھی راس المال میں شامل ہو۔

(3)دونوں کے اموال ضائع ہو جائیں تو مضارب پر ضمان ہو گی یا نہیں۔

جیسا کہ پہلے بیان کیا جا چکا ہے کہ مضارب جو مال بطور تجارت لیتا ہے وہ ضائع ہو جائے تو اس پر ضمان نہیں ہو گی۔اگر اس کی غفلت یا حکم عدولی شامل نہ ہو۔اسی طرح مضارب کے اخراجات مضاربت کے مال سے ہونگے۔یہ اس صورت میں ہو گا جب مال ایک کا ہو اور دوسرا محنت کرے۔اور جب مضارب اپنا مال بھی شامل کرلے تو اسکی تفصیل درج ذیل ہے:

رب المال مضارب کو جب یہ حکم دے کہ اس میں دوسرا مال شامل نہ کرے۔اسی سے مضاربت کرے اور نفع کمائے۔مالک کی اس تفصیل کے بعد اگر مضارب دوسرا مال شامل کرتا ہے اور تجارت کرتا ہے کسی طرح سے وہ مال ضائع ہو گیا تو مضارب ذمہ دار ہو گا۔یہ اس صورت میں جب مالک نے ایسا کرنے کی اجازت نہ دی ہو۔دوسری بات یہ ہے کہ مضارب کو مال سپرد کرتے وقت رب المال نے معاملات کو تفصیل سے بیان کیا ہو ضمنا یہ اشارہ دیا ہو کہ مضارب جو چاہے کرے اس کو اختیار ہے وہ اس مال سے جس طرح چاہے تجارت کرے، منافع حاصل کرے یہ اس کی اپنی مرضی پر منحصر

ہے۔ فقہاء کرام کی اس کے متعلق مختلف آراء ہیں جس مین انہوں نے اس موضوع کو بیان کیا ہے کہ اپنی مرضی سے جو چاہو کرو اسے مضارب کو یہ اختیار نہیں ملتا کہ وہ اس مال میں کسی دوسرے مال کو شامل کرے۔ بعض اس بات پر متفق ہیں جبکہ بعض کی آراء اس سے مختلف ہیں کہ وہ اس کا مالک ہو گیا۔ وہ اموال کو اس میں ملا کر تجارت کرنے کا اختیار رکھتا ہے۔

امام احمد رضا لکھتے ہیں:

مضارب مضاربت کے مال اور اپنے مال کو رب المال کی اجازت سے ملا دے یا رب المال نے مضارب یہ کہہ دیا تھا کہ "جو چاہو اپنی مرضی سے کرو" ملانے کی اجازت بھی دی تھی یا اس علاقے میں ملانے کا رواج ہو کہ مضارب اپنے مال اور مضاربت کے مال کو خلط کرے اس صورت میں اخراجات دونوں مالوں پر حساب کے مطابق تقسیم ہوں گے۔[29]

جب مضارب اپنا مال شامل کرے تو مضاربت کے اخراجات دونوں اموال پر تقسیم ہوں گے۔ امام احمد رضا اس بات کی صراحت بھی کرتے ہیں کہ اگر اس کا مال ان اخراجات کو برداشت کرے تو ٹھیک ورنہ مضاربت میں جتنی رقم اس کے اخراجات کے لئے مختص کی گئی تھی اس سے زائد اخراجات مضارب کے ذمہ ہونگے، وہ ضامن ہو گا اس کے ذمہ وہ قرض ہونگے۔ اور اسی سے وصول کئے جائے کیئے جائیں گے جبکہ نفع نہ ہو۔ امام احمد رضا کی اس عبارت سے ایک نقطہ واضح ہوتا ہے کہ مضارب اپنی رائے سے جو چاہے کرے اسکے باوجود بھی مضارب جہاں مضاربت کر رہا ہے وہاں کے رواج اور عادات کو ملحوظ خاطر رکھا جائے گا اور اس کے مطابق فیصلہ کیا جائے گا۔ "در مختار" میں ہے: مضارب مضاربت کے مال اور اپنے مال کو رب المال کی اجازت سے ملا دے تو خرچہ دونوں پر حصہ کے لحاظ سے ہو گا۔ اخراجات زائد ہونے کی صورت میں راس المال سے زائد خرچہ رب المال وصول کرے گا اور مضارب زائد خرچہ کرنے کی صورت میں ضمان ادا کرے گا۔ اگر دونوں مالوں میں نفع ہو تو خرچہ پورا کرنے کے بعد جو بچا وہ مضارب اور رب المال شرط کے مطابق تقسیم کر لیں گے۔ کیونکہ خرچ شدہ کو ہلاک شمار کیا جاتا ہے اور ہلاک شدہ کو نفع کی طرف پھیرا جاتا ہے۔ نفع نہ ہونے کی صورت میں مضارب پر کوئی ذمہ نہیں۔[30]

آخری بات جو اس بحث میں ضروری ہے وہ یہ ہے کہ مضارب مضاربت میں نقصان کا ذمہ دار نہیں ہوتا بلکہ نقصان کا ذمہ دار مالک ہوتا ہے سابقہ صفحات میں یہ بات ذکر کی گئی ہے کہ مضارب اپنی طرف سے مال کو مضاربت میں شامل کرے اور وہ ضائع ہو جائے تو اس پر تاوان عائد ہو گا یا نہیں۔ فقہاء کرام کے دلائل مختلف ہیں بعض اس رائے پر متفق ہیں کہ مالک کی طرف سے واضح الفاظ میں اجازت دی گئی کہ جو چاہو کرو تو مراد یہ نہیں کہ اپنا مال ملا دے اور مضاربت کرے پھر نقصان کی صورت میں ضمان دے گا مرضی سے مال ملانا نہیں ہے۔ اور دوسری رائے ہے کہ مضارب اختیار رکھتا ہے لہذا وہ ضمان دے گا۔

فقہاء کرام کی اس عبارت سے متعلق امام احمد رضا لکھتے ہیں کہ میں نے اس بارے میں ایک قاعدہ بنایا ہے کہ خلط اس مال میں کیا جائے جس کے بارے میں مضارب کو اختیار دی گیا اگرچہ اجازت عرفا یا خاص طور پر تو نقصان کی صورت میں وہ ضمان ادا نہیں کرے گا۔ اسی طرح اگر اجازت اور رواج کے مخالف کام کیا تو ضامن ہو گا۔ فقہاء کرام کے نزدیک مضارب کو رب المال اجازت دے کہ اپنی رائے سے "جو چاہو کرو" اس طرح کے جملے سے مضارب کو اپنا اور غیر کا مال ملانے کی اجازت ہو جاتی ہے۔ لہذا وہ ضامن نہیں ہو گا۔ اور بعض کے نزدیک صرف "جو چاہو کرو" سے مضارب خلط کا اختیار نہیں رکھتا۔ "در مختار" میں ہے "مضارب اپنے مال کے ساتھ مضاربت کے مال کو خلط کرنے کا اختیار نہیں رکھتا الا یہ کہ مضارب کو اجازت دی گئی ہو کہ اپنی رائے سے جو چاہو کرو۔"[31]

اسی طرح "ہدایہ" میں ہے "مالک نے مضارب کو کہا کہ اپنی طرف سے "جو چاہو کرو" تو مضارب خلط کرنے کا اختیار رکھتا ہے اور وہ ضامن نہ ہو گا۔"[32]

امام احمد رضا کی تحقیقات مضاربت کا عصر حاضر پر اطلاق اور عقد مضاربت میں بینک کی مختلف حیثیتیں:

بینک بطور رب المال:

بینک کسی بھی ملکی معیشت میں بہتری کی راہیں مہیا کرتے ہیں۔ موجودہ دور میں بینک کاری اور سرمایہ کاری کے معاملات آج کل نہایت پیچیدہ ہو گئے ہیں۔ مضاربت کے اصولوں پر سرمایہ کاری کرنے سے بینکوں کے سودی نظام کو ختم کیا جا سکتا ہے۔ آج بھی بینک مضاربت کرنیوالے اداروں کو سرمایہ دے سکتے ہیں۔ اس اصول کے تحت کاروبار میں نقصان ہونے کی صورت میں بینک کو نقصان برداشت کرنا ہو گا۔ اور نفع کی صورت میں بینک اور کاروباری لوگ طے شدہ نسبت کے مطابق وہ شریک ہونگے۔ بینک مضاربت پر سرمایہ دینے کی صورت میں کاروبار کی ہر دن کی تفصیلات میں دخل نہیں دے گا البتہ کاروبار کرنے والے اور بینک کے درمیان کاروبار کی نوعیت، وسعت اور کاروباری فریق کے تصرفات کے سلسلے میں کچھ شرائط طے کی جا سکتی ہیں جن کی پابندی کاروباری حضرات پر ضروری ہو گی۔ بینک اس چیز کا خیال کرتا ہے کہ کاروبار کرنے والے لوگ سرمایہ کو استعمال کرنے میں بے احتیاطی نہ برتیں جس سے نقصان کا سامنا کرنا پڑے۔ بینک کو اپنے سرمایہ کے استعمال کی مکمل تفصیلات حاصل کرنے کا حق ہو گا۔ بینک معاہدہ کو فسخ کر سکتا ہے۔ بینک سرمایہ لینے والوں سے ضمانت لینے کا اختیار بھی رکھتا ہے۔ معاہدے کی خلاف ورزی کرنے پر بینکوں کو مدت پوری ہونے سے پہلے فسخ کا حق حاصل رہتا ہے۔ قانونی تحفظات کے تحت اس بات کا اہتمام کیا جائے گا کہ بینکوں کو کاروباری حضرات سے ان کا دیا ہوا سرمایہ وقت مقررہ پر حساب کے مطابق نفع یا نقصان کے ساتھ واپس مل سکے۔ مضاربت میں کاروباری فریق کو کاروبار مضاربت کی جانب سے طویل المیعاد قرضے لینے کی اجازت نہیں ہوتی۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ ان واجب الادا قرضوں کی

وجہ سے کاروبار کی مالی ذمہ داری میں اضافہ ہوتا ہے۔ مضارب کو یہ اختیار نہیں کہ وہ بینک کی مالی ذمہ داری میں اضافہ کرے۔ اگر وہ اپنی ذاتی ذمہ داری پر سرمایہ لیتا ہے تو وہ اس کا ذاتی سرمایہ شمار ہو گا۔ اس کی واپسی کا وہ ذمہ دار ہو گا۔ ادھار مال بیچنے کی اجازت بھی کاروبار والوں کو معاہدے کے تحت ہو گی۔ بینک مضارب سے اپنے دیئے ہوئے سرمایہ سے کیے جانے والے کاروبار کے نفع کا ایک متعین مقدار لے گا۔ نفع کی مقدار بینک اور مضارب کی رضامندی سے طے ہو گی۔ ایک بینک مختلف کاروباری لوگوں سے نفع میں شرکت کی مختلف نسبتیں طے کر سکتا ہے۔ بینک سے مضاربت کے اصول پر ہی سرمایہ حاصل کرنے والا کاروباری فریق اگر اس سرمایہ سے ایک نیا کاروبار شروع کرنا چاہے یعنی کاروباری حضرات پہلے سے کوئی زرعی، صنعتی یا تجارتی کاروبار کر رہا ہو تو اس کاروبار کو بڑھانے کے لئے بینک سے رجوع کرے گا۔ بینک اس بات کی تحقیق کر سکتا ہے کہ پہلے کتنا مال تھا اور بینک کا کتنا سرمایہ اس میں شامل کیا گیا ہے۔ اس کے علاوہ مختلف سرمایوں کے نفع اور نقصان کا جاننا ممکن نہ ہو گا۔

بینک بطور مضارب:

بینک بطور مضاربت کے اصول کے تحت سرمایہ بھی حاصل کر سکتا ہے۔ وہ اس طرح کہ بینک عام پبلک اور بچت کاروں کو اس بات پر آمادہ کرے گا کہ وہ اپنا سرمایہ مضاربت کے اصول پر بینک کو دیں۔ بینک اس سرمائے سے کاروبار کرے گا۔ اس کاروبار کے ذریعے ان سرمایوں پر جو نفع ہو گا اس میں طے شدہ نسبت کے مطابق ایک حصہ بینک کو ملے گا اور باقی مضاربت پر جمع کرنے والوں کو ملے گا۔ بینک اس سرمایہ کو اپنے سرمائے کے ساتھ کاروبار میں لگاتا ہے۔ کل سرمایہ پر اسے مجموعی طور پر جو نفع ہو گا وہ کل سرمائے پر تقسیم کیا جاتا ہے۔ اگر بینک کو اپنے کاروبار میں نقصان ہوتا ہے تو یہ نقصان کاروبار میں لگے ہوئے سرمایہ پر تقسیم کیا جائے گا۔

مضاربت کھاتہ میں جمع ہونے والی رقوم کسی مدت کی تعیین کے بغیر بھی جمع کی جاسکتی ہیں ہر تین، چار ماہ بعد شریک کو نفع ونقصان کا حساب کر کے بتایا جائے گا۔ اور اسے اختیار ہو گا کہ وہ معاہدہ ختم کر کے اپنا سرمایہ مع نفع ونقصان کے واپس لے یا قسط وصول کرے اور اس بات پر راضی ہو کہ آئندہ نقصان کی صورت میں یہ نفع اس نقصان کی تلافی میں دیا جاسکے گا۔ کھاتہ دار جب چاہے اپنا مال واپس کرلے مگر نفع ونقصان کے حساب سے اسے رواں میعاد کے ختم ہونے کا کہا جائے گا۔ ہر تین ماہ یا چھے ماہ بعد بینک اپنے پورے کاروبار کا حساب مرتب کر کے اس کے مجموعی نفع ونقصان کی تفصیل بتائے گا۔

تکافل (اسلامی انشورنس):

موجودہ روایتی طریقہ انشورنس میں چند ایک ایسی خرابیاں ہیں جن کی بناء پر یہ طریقہ شریعت میں جائز نہیں ہے۔ انشورنس فریقین کے درمیان ایک معاہدے کا نام ہوتا ہے جس میں ایک فریق (پالیسی ہولڈر) جو انشورنس

کروانے والا ہوتا ہے اور دوسرا فریق کمپنی ان کے درمیان ایک نامعلوم نقصان کے واقع ہونے پر ایک مقررہ رقم ادا کرنے کا ذمہ لیتا ہے۔انشورنس کمپنی اور انشورنس کروانے والا ایک مقررہ رقم پریمیم کی شکل میں اس وقت تک ادا کرتا ہے جب تک وہ نقصان واقع نہ ہو جائے۔اس طرح کمپنیاں پریمیم سے حاصل شدہ رقم کو اقساط کی صورت میں ادا کرتے ہیں۔وہ اس سے سرمایہ کاری کرتے ہیں اگر متعلقہ انشورنس کا نقصان ہو جائے تو بیمہ کمپنیاں اس سے نقصان کو پورا کرتی ہیں اور اسی آمدنی سے ان نقصانات کی تلافی کرتی ہیں اگر کوئی شخص دوران میعاد اپنی پالیسی چھوڑنا چاہے تو کمپنی متعلقہ تناسب سے اس کی رقم کا ایک حصہ واپس کرتی ہے۔اسلامی قانون کے مطابق یہ دوطرفہ معاہدہ ہوتا ہے۔شریعت کے اصولوں کے مطابق کسی بھی معاہدہ میں غیر یقینی کیفیت نہیں ہونی چاہئے جس کو فقہ کی اصطلاح میں غرر کہتے ہیں۔چونکہ انشورنس پالیسی خریدتے وقت معلوم ہی نہیں ہوتا ہے کہ کتنا ملے گا اور اس میں کتنا نقصان ہو گا۔اسلام نے انشورنس کا ایک متبادل طریقہ تکافل کی صورت میں پیش کیا۔اس ماڈل میں تکافل کمپنی اپنی رقم وقف کر دیتی ہے اور اس کے پاس جو لوگ پالیسی ہولڈرز ہیں وہ اس فنڈ کو عطیات دیتے ہیں۔عطیہ اس وقف فنڈ کی ملکیت بن جاتا ہے۔اس وقف نامہ تیار ہوتا ہے جس میں اصول وضوابط اور شرائط متعین کی جاتی ہیں مثلاً یہ پیسے کہاں خرچ کیے جائیں گے اور کن کن لوگوں سے تعاون کیا جائے گا۔اس میں ایک شق یہ بھی ہوتی ہے کہ جو لگ اس وقف کو عطیہ دیں گے اگر ان کو کوئی مشکل یا مصیبت پیش آگئی تو یہ وقف ان کے ساتھ تعاون کریگا۔وقف میں اس عطیہ کے ذریعے جو بھی پیسہ جمع ہو گا اس میں جس جس کو ضرورت پڑے گی اور جس حساب سے پڑے گی اس حساب سے اس کو اتنی رقم دی جائے گی۔عام طور پر وقف کی دستاویز میں یہ لکھا جاتا ہے کہ اس میں سے کچھ رقم خیراتی مقاصد میں بھی استعمال کی جاتی ہے۔کمپنی بحیثیت تکافل آپریٹر کے ایک تو وکالہ فیس کی مجاز ہوتی ہے جو بھی اس کا شریعہ بورڈ منظور کرے۔اس فنڈ میں جو بھی رقوم آتی ہیں ان میں سے ایک طے شدہ تناسب سے وکالہ فیس تکافل آپریٹر کو ادا کر دی جاتی ہے۔اس کے علاوہ کمپنی فنڈ کے پیسوں کی سرمایہ کاری کا بھی انتظام کرتی ہے۔اس لیے وہ اس کام کی بھی یا تو وکالہ فیس لے گی۔اگر اس سے بھی نقصان پورا نہ ہو سکے تو تکافل کمپنی کے شیئرز ہولڈر ہیں وہ ایک معاہدے کے تحت قرض حسنہ بھی دیتے ہیں اور اس پر کوئی نفع نہیں لیتے۔اس ماڈل کے تحت شامل افراد کو تناسب رقم واپس ادا کر دی جائے گی۔وقف میں جمع ہونے والی رقم میں سے ایک اضافی حصہ وقف فنڈ تکافل آپریٹر کو مضاربہ کی بنیاد پر دیتا ہے۔تکافل آپریٹر اس سے سرمایہ کاری کرتے ہیں۔حاصل ہونے والی آمدنی سے نفقہ کا خرچہ نکالنے کے بعد نفع کو اپنے اور رب المال یعنی وقف فنڈ کے حصوں میں تقسیم کرکے وقف فنڈ کے نفع کا حصہ وقف کو ادا کر دیا جاتا ہے۔مولانا احمد رضا خاں کے نفقے کے بارے میں بیان کردہ اصول جو ذکر لیے جا چکے ہیں، ان کی روشنی میں اس معاہدے کے نفع کے بارے میں مدد لی جاسکتی ہے۔

عقد مضاربت کی مختلف کمپنیاں:

عصر حاضر میں عقد مضاربت کی مختلف انواع پیدا ہو چکی ہیں۔

فقہاء کرام کی اس بارے میں بہت ساری تحقیقات ملتی ہیں۔ شرکت و مضاربت پر علماء کرام نے قافی کام کیا ہے۔ اسلام نے مضاربت کے تحت سرمایہ کاری کرنے کا طریقہ بتایا اس شرعی عقد کے تحت حلال طریقے سے نفع حاصل کر کے سودی کاروبار سے چھٹکارا حاصل کیا جاسکتا ہے۔ پاکستان 1980ء میں مضاربت کے حوالے سے قانون جاری ہوا جس کے تحت کمپنیوں کے کاروبار کے متعلق مضاربت کے اصول وضع ہوئے۔ اس کے تحت مضاربت ایسا کاروبار ہے جس میں ایک فریق سرمایہ کار اپنی رقم اور دوسرا اپنی کوششوں یا محنتوں دونوں کے ساتھ شریک ہوتا ہے۔ مضاربہ کمپنی اسلامی اصولوں کے مطابق مضاربت کے تحت کاروبار کرتی ہے۔ مضاربہ کمپنیوں پر پابندی ہے کہ وپ کوئی کام اسلام کے خلاف نہ کریں۔ رجسٹرار مضاربہ کمپنی کسی مضاربہ کمپنی کے اجراء کی اجازت تب ہی دے گا کہ وہ تعلیمات اسلامی کے منافع نہ ہو۔ مضاربہ کمپنیاں ایک سے زائد سرمایہ کاروں سے رقم وصول کرتی ہیں تو اس رقم کو سرمایہ کاروں کی اجازت سے خلط کرنے کی مجاز ہوں گیں۔ مضاربہ کمپنیاں سرمایہ کاروں کو ادا کرتی ہیں۔ فقہاء کرام نے رب المال اور مضارب کے درمیان نفع کی تقسیم کے بارے میں جو تعلیمات دیں ہیں۔ انکی روشنی میں مضاربہ کمپنی اور سرمایہ کاروں کے درمیان نفع کی تقسی میں مددلی جاسکتی ہے۔ مضاربہ کمپنیاں منافع سے نفع پہلے نکال لیتی ہیں۔ اس کے علاوہ معاہدے میں جو طے کی گئی شرائط ہیں نفع کی تقسیم، مال ملانے کی اجازت، اخراجات وغیرہ ان سب کی تحقیقات امام احمد رضا علیہ الرحمہ نے پیش کی ہیں۔ تعلیمات امام احمد رضا پر آج بھی عمل کر کے مضاربت کے اصولوں کو شریعت کے مطابق عمل میں لایا جاسکتا ہے۔

خلاصہ بحث

مالیات کا شعبہ بہت قابل توجہ ہوتا ہے کیونکہ اس پر زمانے کے اثرات بہت زیادہ مرتب ہوتے ہیں۔ اس حوالے سے عصر حاضر کو ماضی کے مقابلے میں سب سے زیادہ تبدیلی کا زمانہ قرار دیا جائے تو یہ مبالغہ نہیں ہو گا۔ انٹرنیٹ اور جدید ٹیکنالوجی کے عام ہونے سے کاروبار کرنے کے دن بدن نئے طریقے رائج ہو چکے ہیں، لوگ گھر بیٹھے لین دین کے معاملات انجام دے رہے ہیں۔ لہذا مالیات کے شعبے میں اس اختراع و تنوع سے جہاں تک ساری سہولتیں میسر آئی ہیں، تو دوسری جانب شرعی نقطہ نظر سے کئی سوالات بھی جنم لیتے ہیں کہ ان جدید معاملات کا شرعی حکم کیا ہے۔ آیا کہ یہ حرام ہیں یا حلال وغیرہ؟

ان جدید معاشی مسائل کا شرعی حل معلوم کرنے کے لئے ایک بہترین علمی ذخیرہ علماء متقدمین و متاخرین کے فتاویٰ جات کی صورت میں موجود ہے۔ ان میں ایسے اصول وضوابط بیان کر دیئے گئے ہیں، جن کی روشنی میں جدید

مسائل کا حل بہت آسان ہو گیا ہے۔ ان میں فتاوی رضویہ اپنی وسعت، تنوع اور سائنٹیفک ہونے کی وجہ سے بہت اہم ہے۔ یہ امام احمد رضا علیہ الرحمہ کے کئی ہزار فتووں کا مجموعہ ہے۔ گویا کہ یہ ایک فقہی "انسائیکلوپیڈیا" ہے۔ اس میں مسائل کو قرآن وحدیث اور فقہاء کرام کی آراء سے مزین کیا گیا ہے اور کسی مسئلے کو بیان کرنے کے لئے کئی کئی آیات اور بیسیوں احادیث مبارکہ اور فقہی عبارات تحریر کی گئیں ہیں۔

سفارشات

1۔ عصر حاضر میں جدید معاشی مسائل کا حل فتاوی رضویہ میں تلاش کرنے کی کوشش کی جائے۔

2۔ امام احمد رضا علیہ الرحمہ نے ایک تحقیقی سمت دیکھادی ہے اب اس پر چل کر مستقبل کی راہیں ہموار کی جاسکتی ہیں۔

2۔ امام احمد رضا کے فتاوی رضویہ پر تفصیل سے کام کی اہم ضرورت ہے۔

4۔ معاشرے میں ایسے تحقیقی افکار زیادہ سے زیادہ پیش کئے جائیں تا کہ اسلامی معاشی نظام سے آگاہی حاصل ہو سکے

مصادر و مراجع

ابن منظور الافریقی، علامہ لسان العرب، دار احیاء التراث العربی، بیروت، ج8، ص1.63

2۔ الجرجانی، سید شریف بن علی بن محمد، التعریفات، دار الکتب العربی، القاہرہ، ص[1] 173

3۔ سید سابق، چراغ راہ، کراچی 2003، الفقہ السنۃ، ج3، ص205

4۔ جزیری، عبد الرحمان، کتاب الفقہ، دار الاحیاء التراث العربی، بیروت، ج2، ص536

5۔ احمد رضا خاں، مولانا، العطایہ النبویہ فی الفتاویٰ الرضویہ (مع تخریج وترجمہ)۔ رضا فاؤنڈیشن، لاہور، 1994، ج19، ص125

6۔ ابن رشد، محمد بن احمد، بدایۃ المجتہد، مترجم: عبید اللہ فہد، دار التذکیرہ، لاہور، 2002، ص913

7۔ المزمل: 20۔

8۔ آلوسی، علامہ سید محمود، روح المعانی، مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ، ج15، 126

9۔ کاسانی، علاء الدین ابی بکر، بدائع الصنائع، دار الکتب العلمیہ، بیروت، 1997، ج8، ص3

10۔ الجمعۃ: 10۔

11۔ البقرۃ: 198۔

12۔ سید سابق، چراغ راہ کراچی 2003، الفقہ السنہ، ج3، ص206

13۔ علی البیہتی، ابی بکر احمد بن الحسین، سنن الکبریٰ، دار الکتب العلمیہ، بیروت، 1999ء، ج6، ص185

14۔ عثمانی، اعلاء السنن، دار الکتب العلمیہ، بیروت 1394ھ، ج1، ص48

15۔ اعلاء الدین المتقی بن حسام الدین، کنز العمال، کتاب القراض ولمضاربہ، موسۃ الرسالہ، بیروت، ج15، ص74

16۔مالک ابن انس،امام،الموطا،کتاب القراض باب ماجاء فی القراض،نور محمد المطابع،کراچی،1996ء،ص366
17۔کاسانی،علاء الدین ابی بکر،بدائع الصنائع،دار الکتب العلمیہ،بیروت،1997،ج8،ص12
18۔ حصکفی،در مختار، مطبع المجتبائی،دہلی1932ء،ج2،147،146
19۔احمد رضا،امام،فتاوی رضویہ،العطایہ النبویہ،ج19،131
20۔جمعیت علمائے عالمگیریہ،نورانی کتب خانہ،ار،ج4،ص86
21۔احمد رضا،امام،فتاوی رضویہ،العطایہ النبویہ،ج19،131
22۔جمعیت علمائے عالمگیریہ،نورانی کتب خانہ،ار،ج4،ص288
23۔ حصکفی،در مختار، مطبع المجتبائی،دہلی1932ء،ج2،47
24۔ حصکفی،در مختار، مطبع المجتبائی،دہلی1932ء،ج2،47
25۔ حصکفی،در مختار، مطبع المجتبائی،دہلی1932ء،ج2،47
26۔ حصکفی،در مختار، مطبع المجتبائی،دہلی1932ء،ج2،47
27۔احمد رضا،امام،فتاوی رضویہ،العطایہ النبویہ،ج19،137
28۔جمعیت علمائے عالمگیریہ،نورانی کتب خانہ،ار،ج4،ص312
29۔احمد رضا،امام،فتاوی رضویہ،العطایہ النبویہ،ج19،148
30۔ حصکفی،در مختار، مطبع المجتبائی،دہلی1932ء،ج2،150
31۔ حصکفی،در مختار، مطبع المجتبائی،دہلی1932ء،ج2،150
32۔مرغینانی،علی بن ابی بکر،فرغانی،الھدایہ فی شرح البدایۃ المبتدی،دار احیاء التراث العربی ج3،ص553